Al-Azhār

ISSN (Print): 2519-6707

Volume 7, Issue 2(July- December, 2021)

Issue: http: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/17

URL: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/254

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v7i02.254

Title The Formation of human civilization (In the light of Maulana Maududi,s thought)

Author (s): Dr.Fayyaz Ahmad Farooq,Dr.Razia Shabana,Afifa Rashid

Received on: 29 July, 2021

Accepted on: 29 November, 2021

Published on: 25 December, 2021

Citation: Dr.Fayyaz Ahmad Farooq,Dr.Razia Shabana,Afifa Rashid,"The Formation of human civilization (In the light of Maulana Maududi,s thought)," Al-Azhār: 7 no, 2 (2021): 135-154

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

انسانی تہذیب کی تشکیل وترکیب(مولانا مودودی کے افکار کی روشنی میں)

The Formation of human civilization (In the light of Maulana Maududi,s thought)

*ڈاکٹر فیاض احمد فاروق

**ڈاکٹر رضیہ شبانہ

***عفیفہ رشید

Abstract:

Civilization reflects about human social life and recognition of nations. Social style may be done from living style, dress, food transaction and rights. In every era, civilized nations adopt living style according to their own conditions which have cultural influences on coming societies .Islamic civilization has given broad concept for social styles. It provided concept of rights duties considering all individuals of the society. It also provided basic rules and regulations regarding mutual transaction, dressing and eating. For this Islamic civilization has supremacy overall other civilizations. Anyhow, in this article it will be analyzed the formation and management of human civilization by describing the civilization. In which, the purpose of life will be explained by describing the natural concept of life, the purpose of human creation evolution of civilization and its conditions.

Key words: *meaning of civilization, natural concept of life, purpose of life*

....

** اسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، انسٹی ٹیوٹ آف سدرن پنجاب ملتان

*** لیکچرر، شعبہ اسلامیات، وومن یونیورسٹی مرادان

تعارف:

جب سے انسان نے اس دنیا پر قدم رکھا ہے تو زندگی گزارنے کے نئے نئے طریقے بھی دریافت کیے، پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ طریقے انسان کی تہذیبی زندگی کی پہچان بنے۔ تہذیب انسان کی معاشرتی زندگی کی عکاس ہوتی ہے، کیونکہ قوموں کے طرز معاشرت کی وجہ سے ان کو تہذیبی پہچان ملتی ہے۔ جہاں تک طرز معاشرت کا تعلق ہے تو قوموں کے طرز معاشرت کی پہچان رہن سہن، لباس، خوراک، لین دین اور حقوق و فرائض کے حوالے سے کی جاتی ہے۔ ہر دور کی انسانی تہذیب تغیر پذیر رہتی ہے، جس کی وجہ سے مختلف تہذیبوں کو بھی پہچان ملتی ہے۔ اسی مناسبت سے قومیں اپنے طرز تمدن کے حوالے سے مہذب اور غیر مہذب کی پہچان بناتی ہیں۔ ہر دور میں تہذیب یافتہ قومیں اپنے حالات کے مطابق طرز معاشرت اختیار کرتی ہیں جو پھر اپنے مابعد معاشروں پر تہذیبی اثرات چھوڑتی ہیں۔ قدیم تہذیبوں (یونان، ایران، مصر) کا طرز معاشرت ایک دوسرے سے مختلف رہا ہے۔ ان تہذیبوں میں مصری تہذیب زیادہ متمدن سمجھی جاتی ہے جس کے مابعد اثرات جزیرہ نما عرب کی طرز معاشرت میں واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اسلامی تہذیب نے طرز معاشرت کے لیے ایک جامع تصور دیا۔ معاشرے کے تمام افراد کا خاص خیال رکھتے ہوئے حقوق و فرائض کا جامع تصور دیا، خوراک، لباس اور باہمی لین دین کے حوالے سے بھی بنیادی اصول و ضوابط کا تصور دیا۔ جس کی وجہ سے اسلامی تہذیب کو تمام تہذیبوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔

انسانی تہذیب کی تشکیل وترکیب کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے تہذیب کا تعارف پیش کر دیا جائے تاکہ بحث مذکورہ کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

تہذیب کا معنی و مفہوم

جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے تو مختلف اہل علم نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ابن منظور تہذیب کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التھذیب: ھذب الشئ یھذبه ھذب وھذبه ای نقاه واخلصه و قبل: اصلحه وقال ابو حنیفه التھذیب والقدح العمل الثانی وقال ابو حنیفه التھذیب والقدح العمل الثانی والتھذیب الاول والمھذب من الرجال: المخلص النقی من العیوب ورجل مھذب ای اطھر

الاخلاق : واصل التهذيب تنعيه الحنظل .... مرار اته ويطيب لا كلله......۔[1]

تہذیب کے لغوی معنی ہیں چھاٹنے، اصلاح کرنے، سنوارنے، درست کرنے اور پاکیزہ کرنے کے

اس کا مادہ ہذب ہے جس کی تائید تاج العروس کی اس عبارت سے ہوتی ہے "**هذبه:(نقاه)،في الصحاه التہذيب كالتنقيه (واخلصه،) قيل: (اصله) هذب يهذبه، هذبا، (كهذبه) تهذيبا)**"[2]

یعنی انسانی دل و دماغ کی کانٹ چھانٹ کر کے اصلاح کی جائے۔

تہذیب، تمدن اور ثقافت عربی زبان کے ایسے الفاظ ہیں جو بعینہ اردو زبان میں بھی مستعمل ہیں۔ لفظ تہذیب کا مادہ "ہ ذ ب" ہے۔ ہذب کے معنی صاف کرنا، درست کرنا، پودوں اور درختوں کی شاخ تراشی کرنا، هذب الشعر یعنی شعر کی اصلاح کرنا، ہذب الرجل یعنی پاکیزہ اخلاق والا بنانا۔[3]

اس عربی لفظ کو اردو زبان نے اس کے معنوں سمیت اختیار کیا ہے۔ لہٰذا اردو زبان میں بھی تہذیب کے معنی پاک کرنا، اصلاح کرنا، درستگی، آراستگی، شائستگی اور خوش اخلاقی وغیرہ کے لیے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی لکھتے ہیں

"بعض مصنفین نے تہذیب کی تعریف اس طرح بھی کی ہے کہ وہ ایک ایسا نظام اجتماعی ہے جو انسان کو ثقافتی ثمرات کے حصول میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتا ہے۔ تہذیب چار بنیادی عناصر سے ترکیب پاتی ہے۔ اقتصادی ذرائع، سیاسی نظم، اخلاقی قواعد وضوابط اور علوم وفنون کا استحکام"۔[4]

مولانا مودودی اپنی کتاب "اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی" میں لکھتے ہیں۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ علوم و آداب، فنون لطیفہ، صنائع وبدائع، اطوار و معاشرت، انداز تمدن طرز سیاست کسی قوم کی تہذیب کا نام ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہے بلکہ تہذیب کے نتائج اور مظہر ہیں۔ شجر تہذیب کے برگ و بار میں، کسی تہذیب کی قدر و قیمت ان کی ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بناء پر متعین نہیں کی جاسکتی، ان سب کو چھوڑ کر ہمیں ان کی روح تک پہنچنا چاہیے۔"[5]

البتہ جو شے ایک تہذیب کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہے وہ ان اساسات کی قوت ہے جن پر کوئی تہذیب قائم ہوتی ہے اور وہ اثرات وفوائد ہیں جو اس تہذیب سے پوری انسانیت پر مترتب ہوتے ہیں۔ جو

تہذیب اپنے مشن اور پیغام میں جتنی زیادہ آفاقی اور عالمگیر فطرت کے اعتبار سے جتنی زیادہ انسان دوست، میلانات کے لحاظ سے جتنی زیادہ اخلاقی اور اپنے اصولوں میں جتنی زیادہ حقیقت پسند ہوگی، اتنی ہی زیادہ وہ تاریخ میں جاودانی لافانی اور لائق تکریم قرار پائے گی۔[6]

گویا اس سے مراد انسان کی زندگی گزارنے کی وہ اساسی قوت اور اصول جن کے مطابق انسان زندگی بسر کرے اور اچھی تہذیب وہی ہوتی ہے جس سے انسانی کردار و افعال کی پہچان ہو، اور وہ جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کی بناپر پہچان بنائے رکھتی ہو۔

مشہور جرمن مذہبی سکالر البرٹ کی نظر میں تہذیب سے مراد ایسی ترقی ہے جو ہر عمل اور نقطہ نظر میں روحانی ترقی کی جانب مدد ومعاون ثابت ہو

"It is the sum total of all progress made by man every sphere of action and from every point of view in so far as the progress helps towards the spiritual perfecting of individuals as the of all Progress".[7]

"انسان کی طرف سے کی جانے والی تمام پیش رفت کی کارروائی جس کے ہر عمل اور ہر نقطہ نظر سے افراد کی روحانی ترقی کی طرف مدد ملتی ہے"۔

تہذیب ایک ایسا گہوارہ ہے جس میں انسانیت پروان چڑھتی ہے۔ انسان کا تشخص قائم ہوتا ہے اس کے لیے ترقی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں اور اس کو اپنا کر زندگی کے ہر موڑ پر انسان کامیاب وکامران ہوتا ہے۔ انسانوں کے درمیان خیالات، اقدار، ادارے، تعلقات اور نظام ہائے زندگی یہ سب اس کا نتیجہ ہیں۔

انسانی تہذیب کی تشکیل

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں نائب بنا کر بھیجا تاکہ زمین پر اللہ کے احکامات کی تکمیل کرتے ہوئے متمدن زندگی بسر کرے۔ ابتدا میں انسان کی زندگی غیر مہذب تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ انسان تہذیبی دور میں داخل ہوا۔ جب اس میں تہذیبی شعور اجاگر ہوا تو انسان نے اپنی زندگی کو منظم طریقوں سے گزارنا شروع کر دیا۔ مولانا مودودی تہذیب کی ضرورت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"انسان کے قوائے عمل اس کے قوائے فکر کے تابع ہیں۔ اس کے دست وپا کو جو روح حرکت دیتی ہے وہ اس

کے دل ودماغ سے آتی ہے۔ دل ودماغ پر جو عقیدہ، جو تخیل، جو فکر پوری قوت کے ساتھ مسلط ہو گی، عملی قوتیں اسی کے زیر اثر حرکت کریں گے۔ ذہن جس سانچے میں ڈھلا ہو گا، اسی کے مطابق جذبات، حسیات اور داعیات پیدا ہوں گے، اور انہی کے اتباع میں اعضاو جوارح کام کریں گے"۔[8]

اس سے معلوم ہوا کہ انسانی فکر اس کے عمل کے تابع ہے جیسے اس کا شعور ہو گا ویسے ہی اس کے عمل کی بنیاد ہو گی۔ عمل جتنا اچھا ہو تا جائے گا انسانی فکر بھی ارتقا کرتی جائے گی اور انسان مہذب بنتا چلا جائے گا۔جب انسانی زندگی میں حوادث رونما ہوتے ہیں تو انسان فکری اور عملی طور پر لڑکھڑا جاتا ہے تب اسے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے،اسی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.وَہَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ۔[9]"اور ہم نے اسے دونوں راستے بتادیئے"۔اِنَّا ہَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا[10]"ہم ہی نے اس کو راستہ بتلایا پھر یاتو وہ شکر گزار ہوا یاناشکرا ہو گیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت سے انسان کو اچھائی یا برائی سے باخبر کر دیتا ہے ان میں سے ایک چیز انسان کو نجات دلاتی ہے جبکہ دوسری چیز انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔اس لیے اچھائی کے راستہ کو اختیار کر کے انسان اپنی سیرت و کردار کو دنیا کے لیے مرقع نور بنالیتا ہے۔

ہر تہذیب دوسری تہذیبوں سے قبول ورد کا عمل جاری رکھتی ہے۔ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاتی ہے۔اور اپنے تجربات سے ان کو مستفیض کرتی ہے کیونکہ کوئی بھی تہذیب خلامیں نہیں جی سکتی یہ بات الگ ہے کہ کسی تہذیب کا کینوس زیادہ وسیع ہوتا ہے اور کسی کا محدود جس تہذیب کی افادیت نوع انسانی کے لیے جتنی عام اور آفاقی ہو گی اس کی مقبولیت بھی اتنی عام ہو گی اللہ تعالیٰ نے انسان کو مہذب بنانے کے لیے انبیاء کرام کا سلسلہ شروع فرمایا اور آخر میں حضرت محمد ﷺ عالمگیر اور آفاقی نبی بنا کر بھیجا جنہوں نے ایسے معاشرے کو مہذب بنایا جو کہ جاہلیت جیسے نام سے موسوم تھا اور اسلامی تہذیب کے لیے ترقی کی راہیں متعین کیں جس نے دیگر تہذیبوں کو متاثر کر کے عروج حاصل کرتے ہوئے عالمگیریت کو ثابت کیا۔

جب انسانی زندگی میں تہذیبی شعور اجاگر ہوتا ہے تو پھر اسے وہ اپنے عقل وشعور اور فہم و تدبر کا استعمال بھی کرتا ہے تاکہ اللہ کے احکامات کے تابع رہ کر زندگی گزارے اور اپنی شخصیت کو نکھارے۔انسانی شخصیت کو نکھارنے اور اسے مہذب بنانے کے لیے تہذیب کی ضرورت رہتی ہے۔مولاناسید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں

تہذیب جس چیز کا نام ہے، اس کی تکوین پانچ عناصر سے ہوتی ہے:

ا۔ دنیوی زندگی کا تصور ۲۔ زندگی کا نصب العین ۳۔ اساسی عقائد و افکار ۴۔ تربیت افراد ۵۔ نظام اجتماعی

دنیا کی ہر تہذیب انہی پانچ عناصر سے بنی ہے اور اسی طرح اسلامی تہذیب کی تکوین بھی انہیں سے ہوئی ہے۔[11] تہذیب کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ اس بات سے بخوبی آگاہی حاصل ہو کہ انسان کو اس دنیا میں کیوں بھیجا گیا ہے، اس دنیا میں آنے کا بنیادی مقصد کیا ہے تا کہ وہ اپنے مقاصد کو سامنے رکھ کر فطری تقاضوں کو سمجھے اور پھر اپنی زندگی کے لیے ایک نصب العین مقرر کرے اور پھر اسی نصب العین کے لیے کوشاں رہے۔

مقصد تخلیق انسانیت

انسانی تہذیبوں میں اسلامی تہذیب کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ اپنے میلان ورجحان کے اعتبار سے پوری انسانیت پر حاوی ہے اور اپنے پیغام اور مشن کے اعتبار سے آفاقی اور عالمگیر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے نسل، خاندان اور وطن کے تنوع کے باوجود نوعِ انسانی کی وحدت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔[12]

"اے لوگوں! ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہے تم کو گروہ اور قبیلے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو واللہ کی نظر میں تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے"۔

قرآن مجید کے اس اعلان نے جب عالمی انسانیت کی وحدت کی بناء حق، خیر اور خدا ترسی پر رکھ دی تو اس کی سلک تہذیب میں ہر اس امت اور قوم کے ذہین اور فطین لوگ پرو دیے گئے جس پر اسلام نے اپنی فتوحات کا جھنڈا لہرادیا۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری ہر تہذیب صرف ایک ہی نسل اور ایک ہی قوم کے ناموروں پر فخر کر سکتی ہے، لیکن اسلامی تہذیب ان تمام اقوام وقبائل کے سپوتوں پر فخر کر سکتی ہے جنہوں نے مشترکہ طور پر اس قصر تہذیب کے تعمیر کرنے میں مدد دی۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"تخلیق انسان کے حوالے سے جتنی بھی آیات ملتی ہیں ان میں انسانی غرور و تکبر کو توڑا گیا ہے۔ اسے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ذرا اپنی حقیقت تو دیکھ۔ ایک نجس اور حقیر پانی کا قطرہ جو رحم مادر میں مختلف قسم کی نجاستوں

سے پرورش پاکر گوشت کا ایک لوتھڑا بنتا ہے۔ خدا چاہے تو اس لوتھڑے میں جان ہی نہ ڈالے اور وہ یوں ہی غیر مکمل حالت میں خارج ہو جائے۔ خدا اپنی قدرت سے اس لوتھڑے میں جان ڈالتا ہے، اس میں حواس پیدا کرتا ہے ان آلات اور ان قوتوں سے اسے مسلح کرتا ہے جن کی انسان کو دنیوی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے"۔[13]

مولانا مودودی تسخیر کائنات کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"قرآن کریم میں جتنی بھی آیات تسخیر کے حوالے سے ملتی ہیں ان میں انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تیری خدمت اور فائدے کے لیے مسخر کی گئی ہیں اور آسمان کی بھی بہت سی چیزوں کا یہی حال ہے۔ یہ درخت، یہ دریا، یہ سمندر، یہ پہاڑ، یہ جانور، یہ رات اور دن، یہ تاریکی اور روشنی، یہ چاند، یہ تارے، غرض یہ سب چیزیں جنہیں تو دیکھ رہا ہے، تیری خادم ہیں، تیری منفعت کے لیے ہیں اور تیرے لیے انہیں کارآمد بنا گیا ہے۔ تو ان سب پر فضیلت رکھتا ہے، تجھے ان سب سے زیادہ عزت دی گئی ہے، تجھے ان کا مخدوم بنایا گیا ہے، پھر کیا تو اپنے ان خادموں کے سامنے سر جھکاتا ہے؟ انہیں اپنا حاجت روا سمجھتا ہے؟ ان کے آگے دستِ سوال دراز کرتا ہے؟ ان سے اپنی مدد کی التجائیں کرتا ہے؟ ان سے ڈرتا ہے اور خوف کھاتا ہے؟ ان کی عظمت وبزرگی کے گیت گاتا ہے؟ اس طرح تو اپنے آپ کو خود ذلیل کرتا ہے، اپنا مرتبہ آپ گراتا ہے، خادموں کا خادم، غلاموں کا غلام خود بنتا ہے"۔[14]

انسان اس کائنات میں خلیفہ بن کر آیا ہے اب اس کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ اپنی ذمہ داریوں سے بھی عہدہ برا ہو اور کائنات کو تسخیر بھی کرے گویا یہ اس کی زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔ یہ اس وقت سچا، پسندیدہ اور مستحق انعام ہو سکتا ہے جب کہ اپنے آقا کی امانت میں خیانت نہ کرے، اس کی ہدایت پر عمل کرے، اس کے احکام سے سر تابی نہ کرے، اس کی املاک، اس کی رعیت، اس کے نوکروں، اس کے خادموں اور اس کے غلاموں پر حکومت کرنے، ان سے خدمت لینے، ان میں تصرف کرنے اور ان کی نگرانی کرنے میں اس کے بنائے ہوئے قوانین پر کاربند ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو نائب نہیں باغی ہو گا، پسندیدہ نہیں مردود ہو گا، مستحق انعام نہیں مستوجب سزا ہو گا۔

انسانی زندگی میں اخلاقی اصولوں سے رہنمائی کے حوالے سے ڈاکٹر مصطفی السباعی لکھتے ہیں۔

"انسانی تہذیب کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے اخلاقی اصولوں کو اپنے پورے نظام اور اپنی ساری سرگرمیوں میں اولین مقام عطا کیا ہے۔ ان اصولوں سے کبھی بھی صرف نظر نہیں کیا ہے اور انہیں حکمرانوں، جماعتوں یا افراد کی مادی منفعت کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا۔ حکومت، علوم وفنون، قانون سازی، صلح وجنگ، اقتصادیات اور عائلی معاملات میں، اخلاقی اصولوں کی تطبیق کو ہمیشہ مد نظر رکھا گیا ہے۔ بلکہ اسلامی تہذیب اس معاملے میں جس حد کمال کو پہنچی ہے، اس تک کوئی جدید یا قدیم تہذیب نہیں پہنچی اور اس ضمن میں اس تہذیب نے جو آثار چھوڑے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں بلکہ یہ ایسی واحد تہذیب ہے جس نے انسانیت کے لیے خالص سعادت کی ضمانت دی ہے اور بدبختی کے سائے سے بھی بچایا ہے"۔[15]

تہذیبی ارتقاء

اسلام علوم تہذیب کا سرچشمہ ہے اور دیگر اقوام نے علمی وتہذیبی طور پر اسلام ہی سے استفادہ کیا ہے۔ خواجہ کمال الدین لکھتے ہیں:

"اسلام سے پہلے اگرچہ مختلف قومیں کارگاہِ ہستی میں برسر اقتدار ہوئیں جنہوں نے تہذیب وتمدن کو اپنا نصب العین قرار دیا، لیکن تہذیب کا وہ نظریہ اور اس کے حصول کا وہ طریقہ جو آج عام طور سے مسلم اور مقبول ہے، اسی دن دنیا کو نصیب ہوا جس دن قرآن کریم نے اس حقیقت کا درس دنیا کو دیا اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس ہدایت کو اپنا دستور العمل بنایا۔[16]

ڈاکٹر فخر الدین فواد نے دین اسلام کے تحت معرض ظہور میں آنے والی تہذیب کی انفرادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "اسلام کے ظہور نے دنیا کے تختہ پر ایک نئے تمدن اور ایک نئی تہذیب کو جنم دیا۔ دنیا کا فرسودہ نظام بدل کے رکھ دیا، نیا نظام قائم کیا اور دستور زندگی کی بنیاد ڈالی"۔[17]

زندگی کا فطری تصور

وہ تہذیب انسان کو بحثیت ایک انسان کے کس طرح کا آدمی بناتی ہے؟ یعنی وہ کسی قسم کی اخلاقی تربیت ہے جس سے وہ انسان کو اپنے نظریے کے مطابق کام یاب زندگی بسر کرنے کے لیے تیار کرتی ہے؟ وہ کون سے خصائل، اوصاف اور نفسی خصائص ہیں جنہیں وہ انسان میں پیدا کرنے اور نشوونماد ینے کی کوشش

کرتی ہے؟ اور اس کی مخصوص اخلاقی تربیت سے انسان کیسا انسان بنتا ہے؟ گو تہذیب کا اصل مقصد نظام اجتماعی کی تعمیر ہوا کرتا ہے، لیکن افراد ہی وہ خام مال ہوتے ہیں جن سے جماعت کا قصر بنتا ہے اور اس قصر کا استحکام اس پر منحصر ہوتا ہے کہ اس کا ہر پتھر اچھا تراشا ہوا ہو، ہر اینٹ خوب پکی ہوئی ہو، ہر شہتیر مضبوط و پائدار ہو، کوئی لکڑی گھن کھائی ہوئی نہ ہو، اور کسی حصہ میں ناکارہ، کچا اور بے جان مسالا استعمال نہ کیا جائے۔[18]

جب انسان پیدا ہو کر اس دنیا میں تشریف لاتا ہے تو تمام رذائل سے پاک ہوتا ہے اور اس کا دل تمام خوبیوں، حقائق و معارف سے مزین ہوتا ہے۔ پھر وہ جیسے جیسے اس دنیا کے مزاج سے آشنا ہوتا ہے تو دنیاوی اسباب و عوامل اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، جن کی بعد میں تطہیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تطہیر تزکیہ نفس سے کی جاتی ہے، مگر حقیقی معنوں میں انسان کی پیدائش فطرت صحیحہ پر ہوتی ہے اور اس فطرت انسانی میں نور ہدایت بھی عیاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَالَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ[19]"یہ (دین) وہ فطرتِ الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے"۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ **ما من مولود یولد الا یولد علی الفطرة**[20]"ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے" ہر بچہ بنیادی طور پر تو فطرت پر پیدا ہوتا ہے، مگر خاندانی، معاشرتی، سماجی، ثقافتی، تمدنی اور تہذیبی اسباب و عوامل کی بنیاد پر وہ اچھائی یا برائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے جو بعد میں انسانی شخصیت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ انسان اپنی فطری صلاحیت کے ذریعے حق و باطل، خیر و شر اور نیکی و بدی کے درمیان تمیز کر لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ، نے انسان کو ارادہ اور عمل کی آزادی دے رکھی ہے وہ اپنے ارادے سے خیر یا شر کا عمل کرتا ہے۔ جب انسان کے عمل میں بگاڑ پیدا ہو جائے یا وہ برائی کا دلدادہ ہو جائے تو پھر اسے ہدایت کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ ہدایت بھی اس کی سیرت و کردار اور کردار سازی کے لیے ہوتی ہے تاکہ وہ رذائل کو چھوڑ کر اچھائیوں کی طرف مائل ہو جائے۔

جہاں تک انسان کی فطری زندگی کا تصور ہے تو اس حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

"،جتنی قوتیں آپ کو حاصل ہیں ان کا دائرہ محدود ہے۔ آپ کے حواس جن پر آپ کے علم کا انحصار ہے، آپ کے قریبی ماحول کی حدود سے آگے نہیں بڑھتے۔ آپ کے جوارح جن پر آپ کے عمل کا انحصار ہے، بہت تھوڑی سی اشیاپر دسترس رکھتے ہیں۔ آپ کے گردوپیش بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو آپ سے جسم اور طاقت میں بڑھی ہوئی ہیں اور ان کے مقابلے میں آپ کی ہستی نہایت حقیر اور کم زور نظر آتی ہے۔ دنیا کے اس بڑے کارخانے میں جو زبردست قوتیں کارفرماہیں ان میں سے کوئی بھی آپ کے دست قدرت میں نہیں ہے اور آپ ان قوتوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں۔ جسمانی حیثیت سے آپ ایک متوسط درجے کی ہستی رکھتے ہیں جو اپنے سے چھوٹی چیزوں پر غالب اور اپنے سے بڑی چیزوں سے مغلوب ہے"۔[21]

لیکن ایک اور قوت آپ کے اندر ایسی ہے جس نے آپ کو ان تمام چیزوں پر شرف عطا کر دیا ہے۔ اسی قوت کی بدولت آپ اپنی جنس کے تمام حیوانات پر قابو پالیتے ہیں اور ان کی جسمانی طاقتوں کو جو آپ کی جسمانی طاقت سے بہت بڑھی ہوئی ہیں، مغلوب کر لیتے ہیں۔ اسی وقت کی بدولت آپ اپنے گردوپیش کی چیزوں میں تصرف کرتے ہیں اور ان سے اپنی مرضی کے مطابق خدمت لیتے ہیں۔ اسی قوت کی بدولت آپ طاقت کے نئے نئے خزانوں کا پتا چلاتے ہیں اور انہیں نکال نکال کر نئے نئے طریقوں سے استعمال کرتے ہیں۔ اسی قوت کی بدولت آپ اپنے وسائل اکتساب علم کو وسعت دیتے ہیں اور ان چیزوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں جو آپ کے طبعی قوی کی دسترس سے باہر ہیں۔ غرض ایک قوت ہے جس کی بدولت تمام دنیا کی چیزیں آپ کی خادم بن جاتی ہیں اور آپ ان کے مخدوم ہونے کی مزیت حاصل کرتے ہیں۔[22]

انسان اپنی فطری صلاحیت واستعداد کے ذریعے حلال وحرام، خیر وشر، حق وباطل اور نیکی وبدی کا ادراک کر لیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:"میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم ہر نیکی کے بارے میں مجھ سے پوچھنے آتے ہو میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہوا اور قلب مطمئن ہو اور بدی وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینہ میں تردد و تشکک باقی رہے اگرچہ تمہیں لوگوں نے فتویٰ دے دیا ہو"۔[23]

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انسان اپنی فطرت کے باعث اعمال صالح کی طرف جھکتا ہے۔ اور اس کی طبیعت اس پر مطمئن ہوتی ہے اور جب کبھی اس کے دل میں برا خیال آتا ہے تو وہ بے اطمینانی وتردد

محسوس کرتا ہے۔ انسان کی طبیعت اپنی فطرت کی وجہ سے یہ محسوس کر لیتی ہے کہ کون سا عمل قابل تعریف ہے کون سا مذموم، یہ فطری استعداد اچھی تربیت سے پروان چڑھتی ہے اور قوت ونمو پاتی ہے اور غلط تربیت کے نتیجے میں ماند پڑ جاتی ہے اور دب جاتی ہے۔

انسان جو ایک صاحب شعور وادارک ہستی ہے، اپنے گردوپیش ان تغیرات کو دیکھ کر لذت اور الم کے شدید اثرات محسوس کرتا ہے۔ کبھی مناسب طبع امور سے اس کی لذت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ وہ اسے بھول جاتا ہے کہ اس دنیا میں فساد بھی ہے، اور کبھی مخالف طبع امور سے اس کا الم اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ اس دنیا میں اسے نرا فساد ہی فساد نظر آنے لگتا ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ یہاں کون بھی ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں

"خواہ آپ کے اندر لذت اور الم کے کیسے ہی متضاد احساسات ہوں اور ان کے زیر اثر دنیوی زندگی کے متعلق آپ کا نظریہ کتنا ہی افراط یا تفریط کی طرف مائل ہو، بہر حال آپ اپنی جبلت سے مجبور ہیں کہ اس دنیا کو جیسی بھی ہے، عملا برتیں، اور ان قوتوں سے جو آپ کے اندر موجود ہیں کام لیں۔ آپ کی جبلت میں زندہ رہنے کی خواہش موجود ہے، اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے آپ کے اندر بھوک کی ایک زبردست قوت رکھ دی گئی ہے، جو دائما آپ کو عمل پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ فطرت کا قانون آپ کی نوع کے استمرار کے لیے آپ سے خدمت لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے شہوت کی ایک ناقابل دفع قوت آپ کے اندر رکھ دی ہے جو آپ سے اپنا مقصد پورا کر کے ہی چھوڑتی ہے۔ اسی طرح آپ کی جبلت میں کچھ دوسرے مقاصد کے لیے کچھ اور قوتیں بھی رکھ دی گئی ہیں اور وہ سب آپ سے بزور اپنا کام لے لیتی ہیں۔ اب یہ آپ کی اپنی فراست ودانائی پر موقوف ہے کہ فطرت کے ان مقاصد کی خدمت اچھے طریقے سے انجام دیں یا برے طریقے سے، بطیب نفس انجام دیں یا بہ جبر واکراہ۔ یہی نہیں بلکہ خود فطرت ہی نے مخصوص طور پر آپ کو یہ قدرت بھی عطا کی ہے کہ ان مقاصد کی خدمت انجام دیں یا نہ دیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس فطرت کا قانون یہ بھی ہے کہ اس کی خدمت بجالانا اور اچھے طریقے سے بطیب نفس بجالانا آپ کے لیے مفید ہوتا ہے اور اگر آپ اس سے روگردانی کریں، یا اگر اس کی متابعت کریں بھی تو بری طرح کریں تو یہ خود آپ ہی کے لیے مضر ہوتا ہے۔[24]

ایک گروہ نے قانون فطرت کی ہمہ گیری کو دیکھ کر انسان کو ایک مجبور محض ہستی سمجھ لیا۔ اس نے دیکھا کہ نفسیات، عضویات، حیاتیات اور قانون توریث کی شہادتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان ہر گز کوئی مرید ومختار ہستی نہیں ہے۔ فطرت کے قانون نے اسے بالکل جکڑ رکھا ہے۔ وہ اس قانون کے خلاف نہ کچھ سوچ سکتا ہے نہ کسی چیز کا ارادہ کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی حرکت کرنے پر قادر ہے۔ لہٰذا اس پر اپنے کسی فعل کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ [25]

یہ دنیوی زندگی کے متعلق مختلف مذاہب فکرورائے کے مختلف تصورات ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن پر مختلف تہذیبوں کی عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں۔ ہر تہذیب کی عمارت میں جو مختلف طرز وانداز ہمیں نظر آرہے ہیں، ان کے ایک مخصوص اور جداگانہ ہیئت اختیار کرنے کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان کی بنیاد میں دنیوی زندگی کا ایک خاص تصور ہے جو اس مخصوص ہیئت کا مقتضی ہوا ہے۔ [26]

یہ ایک فطری بات ہے کہ خالص مادی ترقی، جس میں روحانیت کا کوئی حصہ نہ ہو، انسان کو کبھی مطمئن نہیں کر سکتی۔ کیوں کہ محض حسی لذات کا حصول ایک خالص حیوانی نصب العین ہے، اور اگر یہ سچ ہے کہ انسان حیوان مطلق سے زائد کوئی چیز ہے تو یقینا یہ بھی صحیح ہونا چاہیے کہ انسان کو محض ان چیزوں کا حصول مطمئن نہیں کر سکتا جن کی لذتیں صرف اس کی حیوانی خواہشات کی تسکین کے لیے کافی ہو سکتی ہیں۔

تکریم انسانیت

تہذیب کی تشکیل وترکیب میں ایک اہم پہلو تکریم انسانیت ہے۔ کوئی بھی قوم اس وقت تک مہذب نہیں ہو سکتی جب تک احترام انسانیت اور تکریم انسانیت کے جذبات ان میں پیدا نہ ہو جائیں۔ جب ہم اسلامی تہذیب کی بات کرتے ہیں تو قرآن کریم میں سب سے بنیادی چیز احترام انسانیت اور تکریم انسانیت ہوتی ہے۔ قرآن کریم مین اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا** [27]

"اور ہم نے بنی آدم کو کرامت عطا کی ہے اور انہیں خشکی اور دریاؤں میں سواریوں پر اٹھایا ہے اور انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سوں پر فضیلت دی ہے"۔

روئے زمین پر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں ملکی اور قومی وطنیت، ذات اور برادری کی عصبیت، رنگ و نسل کے فرق و امتیاز کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے.. اسلام نے اس نظریہ کی تاثیر و قوت کی بدولت پوری انسانیت کی کایا پلٹ دی، وہ مذاہب جہاں چھوت چھات، ذات پات، رنگ و نسل، برادرانہ امتیاز کی متعصبانہ خلیج حائل تھی انہوں نے جب اسلام کی وسعتِ نظری کو دیکھا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اسلام اپنی مکمل تاثیر و توقیر کے ساتھ دیگر ادیان و مذاہب اور ان کی تہذیب و معاشرت پر غالب آتا چلا گیا اور غیر مسلم اس ناقابل انکار حقیقت کا مسلمانوں میں عملی نمونہ دیکھ کر اپنے قلوب و اذہان کو اسلامی قالب میں ڈھالتے گئے۔

زندگی کا نصب العین

جن تہذیبوں کی بنیاد مذہبی و روحانی تخیل پر رکھی گئی ہے، انہوں نے اپنا نصب العین نجات کو قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اس نصب العین میں وہ روحانی عنصر موجود ہے جو انسان کو سکون واطمینان قلب بخشتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نجات جس طرح ایک قوم کا نصب العین بن سکتی ہے اور اسی طرح فرداً فرداً ہر شخص کا نصب العین بھی بن سکتی ہے، لیکن زیادہ گہری تنقید سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ نصب العین ایک صحیح نصب العین ہی نہیں بن سکتا۔ نجات کے نصب العین میں ایک طرح کی خود غرضی چھپی ہوئی ہے جن کا خاصہ یہ ہے کہ اجتماعیت کو کم زور کر کے انفرادیت کو قوت پہنچائے۔ کیونکہ جب ہر شخص بجائے خود چند خالص اعمال انجام دے کر نجات حاصل کر سکتا ہو تو اس نصب العین میں کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جو اسے انفرادی کے بجائے اجتماعی حیثیت دینے والی اور اس کے تحقق کے لیے فرد کو جماعت کے ساتھ اشتراک عمل پر ابھارنے والی ہو۔ یہ انفرادیت کی روح مقصد کے بالکل خلاف ہے جو تہذیب کا من حیث المہذب عین مقصد ہے۔[28]

اسلامی تہذیب کا نصب العین:

ہم دنیوی زندگی کے متعلق جو تصور رکھتے ہیں اور دنیا میں اپنی حیثیت اور اپنے لیے دنیا کی حیثیت کا جو نظریہ ہمارے ذہن میں ہے، وہی فطری طور پر زندگی کا ایک نصب العین پیدا کر دیتا ہے۔ اور ہم اپنی تمام قوتیں اس نصب العین کے تحقق کی راہ میں صرف کرنے لگتے ہیں۔ اگر دنیا کو ہم اپنے لیے ایک چراگاہ تصور

کرتے ہیں اور ہمارے ذہن میں زندگی عبارت ہے ایک مہلت سے جو ہمیں کھانے پینے اور لذات دنیا سے متمتع ہونے کے لیے ملی ہوئی ہے تو بلاشبہ یہ حیوانی تصور ہمارے نفس میں زندگی کا ایک حیوانی نصب العین راسخ کردے گا اور ہم تمام عمر اپنے لیے حسی لذتوں کے سامان فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔[29]

قرآن مجید کے ارشادات کا تتبع کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ طرح طرح سے اسی ایک نصب العین کو ذہن نشین کرانے اور قلب وروح میں بٹھادینے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے سوا ہر دوسرے مطمح نظر کا پورے زور کے ساتھ ابطال کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ:

قُلْ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَoلاَ شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَاْ أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ[30]"اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے آگے سر جھکانے والا ہوں"۔

اسلام نے ہر قسم کی دنیوی اور اخروی اغراض کو چھوڑ کر ایک چیز کو زندگی کا نصب العین، انسان کو تمام کوششوں کا مقصود اور تمام ارادوں اور نیتوں کی غایت الغایات قرار دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوش نودی کا حصول ہے۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس نصب العین میں وہ کون سی خصوصیات ہیں جو اسے ایک بہترین نصب العین بناتی ہیں۔[31]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔**فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ**[32]"آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین وہ فطرتِ الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے"

اس نظریے کے مطابق تمام موجودات عالم کا، جن میں انسان بھی شامل ہے، فطری نصب العین او رمقصود ومطلوب اور غایت الغایات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور سب کی طبیعت کا رخ اسی مرکز ومرجع کی طرف پھرا ہوا ہے۔ اب انسان کے لیے بحیثیت ایک عقلی وجود کے صرف اتنی کسر رہ جاتی ہے کہ وہ اپنے اس طبیعی نصب العین کا شعور بھی حاصل کرلے اور علی وفکر کے ساتھ اسے سمجھ کر اپنے ارادوں اور پنی نیتوں ار اپنی سعی

وعمل کارخ بھی اسی کی طرف پھیر دے۔ اس صورت میں اس کا عقلی نصب العین اس کے اور متمام موجودات کے طبیعی نصب العین کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے گا۔ جہانِ ہستی کے سارے لشکر اور نظام وجود کے سب کل پرزے اسی مقصود تک پہنچنے میں ان کا ساتھ دیں گے اور وہ اپنے عقلی مرتبے کے لحاظ سے اس عظیم الشان قافلے کا سالارااور امام ہو گا۔[33]

اسلام نے انسان کو دنیامیں خدا کا نائب قرار دیاہے اور اس کی زندگی کا مقصد یہ متعین کیاہے کہ جس آقا کا وہ نائب ہے اس کی خوش نودی حاصل کرے۔ یہ مقصد چونکہ عین اس کی زندگی کا مقصد ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کی زندگی کے تمام اعمال کا رخ اسی مقصد کی راہ میں صرف ہوں۔ اس کے خیالات وتصورات اور حرکات وسکنات پر اسی مقصد کی حکومت ہو۔ اس کا جینا اور مرنا، اس کا سونا اور جاگنا، اس کا کھانا اور پینا، اس کے معاملات اور تعلقات، اس کی دوستی اور دشمنی، اس کی معیشت ار معاشرت، غرض اس کی ہر چیز اسی ایک مقصد کے لیے ہو، اور یہ مقصد اس کے اندر اس طرح ساری وجاری ہو جائے کہ گویا وہی اس کی وہ روح ہے جس کی بدولت وہ زندہ اور متحرک ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کا یہ مقصد رکھتا ہو، اور اسی مقصد کے لیے زندہ ہو، وہ اس شخص کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے پیش نظر کوئی مقصد کے لیے زندہ ہو، وہ اس شخص کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے پیش نظر کوئی مقصد نہ ہو، یا اگر ہو بھی تو اس مقصد سے مختلف ہو۔ یہ مقصد تو اپنی عین فطرت کے اعتبار سے انسان کو ایک عامل اور کارکن ہستی میں تبدیل کر دیتاہے۔ ایساعامل اور کارکن جو زندہ ہے صرف اس لیے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرے۔[34]

یہ تعین کرنے کے بعد اسلام زندگی بسر کرنے کے مختلف طریقوں میں سے ایک خاص طریقے کوانتخاب کرتاہے اور انسان کو مجبور کرتاہے کہ وہ اس طریقے کے سواکسی اور طریقے پر چل کر اپنے عزیز وقت اور اپنی قیمتی طاقتوں کو ضائع نہ کرے۔ وہ اس مقصد کی طبیعت وفطرت کے مطابق عقائد اور اعمال کا ایک جداگانہ نظام وضع کرتاہے اور انسان سے مطالبہ کرتاہے کہ اس خاص نظام سے کسی حال میں باہر نہ جائے۔ وہ اس نظام کو سراسر اطاعت اور عین انقیاد قرار دیتاہے، اس لیے اس کا نام ہی "دین" رکھ دیتاہے جس کے معنی اطاعت اور انقیاد کے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلَامُ[35] "دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے"۔

زندگی کے متعلق اسلام کا نظریہ دوسری تہذیبوں کے نظریے سے الگ ہے۔ زندگی کا مقصد اسلام کے نزدیک اس مقصد سے مختلف ہے جو دوسری تہذیبوں نے متعین کیا ہے۔ لہٰذا اسلام اپنے نظریے کے مطابق دنیا اور مافیہا سے جو معاملہ برتتا ہے اور اپنے مقصد کی تحصیل کے لیے دنیوی زندگی میں جو طریقہ اختیار کرتا ہے، وہ بھی بنیادی طور پر اس معاملے اور اس طریقے سے مختلف ہے جو دوسری تہذیبوں کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ بسا اوقات لازمی تہذیب ہے، مگر اسلام انھیں ناجائز، مکروہ اور بعض حالات میں حرام قرار دینے پر مجبور ہے۔ اس لیے کہ وہ ان تہذیبوں کے تصور حیات سے عین مطابقت رکھتے ہیں اور ان کے مقصد زندگی کی تحصیل میں مددگار ہوتے ہیں، مگر اسلام کے تصور حیات سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں ہے یا اس کے مقصد زندگی کی تحصیل میں مانع ہیں۔

اسلام کا تہذیبی تصور

اسلامی تہذیب نے اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اپنے تمام ضابطہ حیات اور زندگی کی سرگرمیوں میں اولیت کا مقام عطا کیا اور ان اقدار سے کبھی بھی خالی نہ رہی چنانچہ علم و حکمت قوانین شرعیہ، جنگ و مصالحت، اقتصادیات اور خاندانی نظام پر ہر ایک میں ان کی قانونا بھی رعایت کی گئی اور عملا بھی اور اس معاملے میں بھی اسلامی تہذیب کا پلڑا تمام جدید و قدیم تہذیبوں پر بھاری نظر آتا ہے کیونکہ اس میدان میں ہماری تہذیب نے قابل فخر آثار چھوڑے ہیں اور دیگر تمام تہذیبوں سے انسانیت نوازی میں سبقت لے گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آفاقی و نمایاں تمدن کو متعارف کرایا اس لئے کہ رحمت و شفقت کا دائرہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص قوم و ملت تک کیلئے محدود نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے اس نے ساری مخلوق کو

خدا کا کنبہ مانا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیا ہے: رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ **لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولاتدابروا وكونوا عباد الله اخوانا۔** [36]"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو بلکہ اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کے رہو"

ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ رحم و کرم کی تعلیم دی گئی ہے جو انسان دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔ **ارحموا اهل الأرض يرحمكم من في السماء۔** [37]"تم لوگ زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اعزہ کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثال پیش کی۔ آپ ﷺ کا

ارشاد ہے۔**لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها**[38]۔"صلہ رحمی کرنے والابدلہ لینے والے کونہیں کہتے بلکہ صلہ رحمی کرنے والاوہ ہے جواپنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کوملائے"

رشتہ و قرابت کے استحکام اور نشو و ارتقا میں اسلام نے خصوصی ترغیب و تحریص سے کام لیا ہے۔ اس لیے باہمی تعلقات کو فروغ دیتے ہوئے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

اسلام میں جتنے اخلاقی احکامات ہیں وہ مذہب وملت کی تخصیص کے بغیر سارے انسانوں کے تمدنوں کیلئے عام ہیں اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔ مثلاً غریبوں کی دستگیری، مظلوموں کی امداد اور اس قبیل کے دوسرے نیک کام کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں یہ اور بات ہے کہ اولیت اور ترجیح اپنے مذہب کے غرباء اور ناداروں کو حاصل ہو گی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔ اسلامی تہذیب میں انسانی مساوات بہت اہم ہے تاکہ معاشرہ مختلف طبقات میں بٹ کر انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔لوگوں کے درمیان مساوات قائم کرنا اسلامی ریاست کے فرائض میں سے اہم فریضہ ہے۔اس میں غفلت یا سستی ریاست کو بہت سے مسائل سے دوچار کر سکتی ہے اس لیے شریعتِ اسلامی نے عدم مساوات کی بڑی سختی سے تردید کی ہے فضیلت وعدم فضیلت کا اگر معیار رکھا ہے تو وہ صرف اور صرف تقویٰ وپرہیز گاری ہے۔

خلاصہ بحث

جب سے انسان اس دنیا میں آیا تب سے ہی اس نے اپنی زندگی کو نکھارنے کے تمام ذرائع استعمال کیے۔ سب سے بہترین جو طریقہ سامنے آتا ہے اس کو تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس کی تشکیل وترکیب ہوتی رہی اور انسان مہذب سے مہذب بنتا چلا گیا۔ انسانی زندگی میں زندگی کا حقیقی مقصد اجاگر ہوا اور پھر فطری زندگی کو گزارنے کے لیے سماجی نظام کا تصور ملا۔ تمام انسانوں کے حقوق وفرائض متعین کیے گئے اور اجتماعی زندگی میں شعور بھی پروان چڑھا۔ جیسے جیسے انسانی زندگی آگے بڑھتی گئی ویسے تہذیب کی تشکیل بھی ہوتی گئی، اور یہ بات بھی سامنے رہی کہ زندگی کا جو حقیقی مقصد ہے اس کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے کے طریقے وضع کیے جائیں وہ طریقے جو بعد میں انسان کی تمدنی زندگی کی پہچان بنے۔

آج یہ جائزہ لینے کی بھی ضرورت ہے کہ انسانی طرز معاشرت میں کون سی ایسی چیزیں شامل ہو گئی ہیں جن کو بدلنے اور ان میں نکھار لانے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے جو تہذیبی تصور دیا اور تمام معاشروں میں اس کو نہ صرف تسلیم کیا گیا

بلکہ مسلمانوں نے ایک عرصہ تک تمدنی ترقی بھی کی، مگر جدید تہذیبی کشمکش میں اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ طرزِ معاشرت میں جو چیزیں اسلامی تہذیب کا خاصا (حقوق وفرائض، ادب واحترام، ہمدردی وایثار، عفت و پاکدامنی اور حسنِ خلق) سمجھی جاتی تھیں ان کو بھی فراموش کر دیا۔ آج ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ان معاشرتی اقدار کو اختیار کیا جائے جو براہ راست انسان کی تمدنی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مغربی تہذیب نے ان اسلامی اقدار کی جگہ معاشرتی انتشار کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو کسی بھی انسانی تہذیب کے زوال کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ لہذا آج ضرورت اس بات کی بھی ہے مغربی تہذیب کی بجائے اسلامی تہذیب کو اس کی اصل بنیادوں کے ساتھ سمجھا جائے اور اسی کی مطابق اپنی زندگی کا لائحہ عمل مرتب کیا جائے تاکہ آنے والی ایام میں زندگی کو مزید نکھار کر بسر کیا جاسکے۔

حوالہ جات

[1] ابن منظور، لسان العرب، داراحیاء التراث العربی، ج ۱۵، ص ۶۳

Ibn-e-Manzoor, Lisan ul Arab, Dar-e-Ahya al-Turaas al Arabi, Jild 15, p 63

[2] الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواهر القاموس، (باب هذب)، بیروت لبنان، ج ۴، ص، ۳۸۵

Al-Zubaidi, Muhammad Bin Muhammad bin Abdul Razaq, Taj ul Aroos, Berut Lebnon, Jild 4, p 385

[3] لوئیس معلوف، المنجد، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۹۴، ص ۱۱۲۲

Louis Malof, Almunjid, Dar ul Isha'at Karachi, 1994, p 1122

[4] مصطفی سباعی، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، مترجم سید معروف شاہ شیرازی، دارہ معارف اسلامی کراچی، ص ۳۹

Mustafa Sabai, Islami Tehzeeb ky chand darakhsan pehlu, Mutrajam Syed Maruf Shah Sherazi, Idara Ma'rif Islami Karachi, p 39

[5] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۳ء، ص ۶

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, Islamic Publications Lahore, 2013, p 6

[6] مصطفی سباعی، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، ص ۴۰

Mustafa Sabai, Islami Tehzeeb ky chand darakhsan pehlu, p 40

7 Albert Schweitzer, Philosophy of civilization, Kessenger Publishing, 2010, P20

[8] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ص ۷-۸

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 7-8

[9] البلد، ۹۰: ۱۰

Al-Balad, 90: 10

[10] الدھر ۷۶: ۳

Al-Dahar, 76: 3

[11] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص۹

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 9

[12] الحجرات، ۴۹:۱۳

Al-Hujrat, 49: 13

[13] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص۱۵

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 15

[14] ایضاً، ص۱۸

Ibid, p 18

[15] مصطفی سباعی، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، ص۴۳

Mustafa Sabai, Islami Tehzeeb ky chand darakhsan pehlu, p 43

[16] خواجہ کمال الدین، تمدن اسلام، مسلم بک سوسائٹی لاہور، ۱۹۳۰ء، ص ۱۰۹

Khawaja Kamal-ud-Din, Tamaddun Islam, Muslim Book Society Lahore, 1930, p 109

[17] فخر الدین فواد، حضور ﷺ نے انسانی معاشرے کو کیا دیا؟ (مضمون) ترجمہ: خلیل حامدی، نقوش، رسول نمبر، مدیر: محمد طفیل، شمارہ نمبر ۱۳۰، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۳ء، ج۳، ص۴۴۹

Fakhar-ud-Din Fawad, Hazoor (SAW) nay insani muashary ko kiya diya? (Mazmoon) Tarjama: Khalil Hamidi, Naqoosh Rasool Number, Mudir: Muhammad Tufail, Issue No.130, Idara Faroogh Urdu Lahore, 1983, Jild 3, p 449

[18] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص۸

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 8

[19] الروم، ۳۰:۳۰

Al-Rum, 30: 30

[20] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ، حدیث نمبر ۱۳۵۸

Imam Bukhari, Al-Jame al-Sahih, Kitab ul Jana'iz, bab iza aslam al-sabi, Hadith 1358

[21] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص۳۷

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 37

[22] ایضاً، ص۳۷-۳۸

Ibid, p 37-38

[23] امام دارمی، سنن دارمی، ج۱، ص۵۰۵

Imam Darmi, Sunan Darmi, Jild 1, p 505

[24] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، ص۳۹-۴۰

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 39-40

[25] ایضاً، ص ۴۲

Ibid, p 42

[26] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ص ۴۳-۴۲

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 42-43

[27] بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۰

Bani Israil, 17: 70

[28] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ص ۵۴-۵۵

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 54-55

[29] ایضاً، ص ۵۷

Ibid, p 57

[30] الانعام، ۶: ۱۶۲-۱۶۳

Al-Anaam, 6: 162-163

[31] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ص ۶۲

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 62

[32] الروم، ۳۰: ۳۰

Al-Rum, 30: 30

[33] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ص ۶۴

Madoodi Syed Abu' al-Aala, Islami Tehzeeb aur uskey Usool o Mabadi, p 64

[34] ایضاً، ص ۷۷

Ibid, p 77

[35] آل عمران، ۳: ۱۹

Al-Imran, 3: 19

[36] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب ماینھی عن التحاسد والتدابر، حدیث نمبر ۶۰۶۵

Imam Bukhari, Al-Jame al-Sahih, Kitab ul Adab, bab ma yanha an al-tahasid wal-tadabir, Hadith 6065

[37] ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الرحمہ، حدیث نمبر ۴۹۴۱

Abu Dawood, Sunnan Abu Dawood, Kitab ul Adab, bab fil Rahma, Hadith 4941

[38] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، حدیث نمبر ۵۹۹۱

Imam Bukhari, Al-Jame al-Sahih, Kitab ul Adab, bab laisa al-wasil bil makafi, Hadith 5991